اقبال اور بلوچستان*

عطا شاد

اقبال ایک ہمہ جہت اور ہمہ جو شاعر ہیں انہوں نے بڑے دل نشین اور فکر انگیز لہجے میں زندگی کے راز ہائے سربستہ سے پردہ اٹھایا ہے انہوں نے بڑی دل نواز لے میں انسان کے منصب، اس کے تشخص اور اس کی عظمت کے نغمے گائے ہیں انہوں نے بڑے حکیمانہ انداز میں اسرار کتاب بیان کر کے پیغام خداوندی کی اصل روح کو اجاگر کیا ہے وہ حیات و کائنات کے شاعر ہیں، لیکن ان کے فکر و فن کے ان پہلوؤں کا ادراک مجھے بہت عرصہ بعد ہوا ایک عمر کی کاوش کے بعد مجھے ان سے شناسائی ہوئی، محض شناسائی جو حقا معرفت کی منزل پر شاید کبھی نہ پہنچ پائے۔ البتہ اقبال کو بلوچستان کے شاعر کی حیثیت سے میں نے اسی وقت پہچان لیا تھا جب میں اپنے شعری ذوق کی ابتدائی منزلوں سے گزر رہا تھا اس وقت شاید میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ بلوچستان کی زندگی اور یہاں کے جذبہ و احساس، یہاں کے بندہ صحرائی، یہاں کے مرد کہستانی کی بات کرنے والا یہ شاعر بلوچی زبان میں کیوں بات نہیں کرتا۔

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں
وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد!

یا

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشاد شرق و غرب
تیغ ہلال کی طرح عیش نیام سے گزر

*21 اپریل 1981 کو منعقدہ یوم اقبال کے موقعہ پر پڑھا گیا

1 ''کلیات اقبال اردو'' (''بال جبریل'') ص 300

2 ایضاً ص 321

یا

حدیث بادہ و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو
نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا!

یہ اور ایسے بے شمار دوسرے اشعار بلا شبہ جہد حیات اور مسلسل تگ و تاز کے بارے میں اقبال کے آفاقی پیغام کا حصہ ہیں، لیکن مجھے ہمیشہ ان میں بلوچستان کا دل دھڑکتا سنائی دیتا ہے مجھے ان سے چلتن کے یخ بستہ تختہ بہ تختہ سلوں کے چٹخنے کی صدا آتی ہے۔

آپ جانتے ہیں بلوچستان لق و دق صحراؤں اور بنجر پہاڑوں کی سرزمین ہے، اس خطہ وطن میں آج بھی ایسی بے شمار وادیاں ہیں جو اونچے پہاڑوں کے قدرتی حصار میں محصور ہیں اور جہاں انسانی ارتقا کی جھلمل کرتی مشعلوں کی روشنی ابھی تک نہیں پہنچی فطرت نے ارض وطن کے اس خطے کو ایسی منفرد خصوصیات بخش دی ہیں کہ سخت کوشی زندگی کا لازمہ بن گئی ہے اور جب یہ سخت کوشی کی زندگی مجھے اقبال کے اشعار میں اپنی بھرپور رعنائی کے ساتھ دکھائی دیتی ہے تو زمان و مکان کی ساری حدیں مٹ جاتی ہیں۔

مجھے 1712 کے ایک مشہور شاعر بالاچ کی ایک نظم کے ایک بند کا اردو ترجمہ سنانے دیجئے۔

کوہ بلوچوں کے قلعے ہیں

بلند چوٹیاں ان کی بادگیر ہیں

زمین ان کو بچھونا

اور پتھر ان کے سرہانے ہیں

بیٹے ان کی کمانوں کے تیر ہیں

بھائی ان کے بندوقوں کے کارتوس ہیں

داماد ان کے بے نیام خنجر ہیں

یا

یہ جو آسمان پر پرندے قطار اندر قطار دکھائی دیتے ہیں دراصل

---

3 ایضاً ص 324

بالاچ کی کمان سے چھوڑے ہوئے تیر ہیں۔

اقبال مجھے اس طرح کوہ چلتن کی کسی بلند و بالا چوٹی سے بلوچستان کے حدی خواں کے روپ میں دکھائی دینے لگتے ہیں علامہ اقبال ان عقابی روحوں کو جس رنگ، جس انگ، جس عکس، جس لمس، جس نقطے اور جس زاویے سے بیان کرتے ہیں وہ بولان کی وادی میں موسم موسم سفر کرنے والے بوڑھے ساربان سے لے کر اس نوزائیدہ بچے تک کے دل کی دھڑکن بن جاتا ہے جو چادر میں لپٹی ہوئی بوڑھی ماں کے کندھے سے لگے سفر گزیدگی کے عالم میں سانس لے رہا ہے۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے! بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر!
گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیابان میں
کہ شاہین کے لیے ذلت ہے کار آشیاں بندی!

بہت سے لوگوں نے یہ شعر محض پڑھا ہوگا، دیکھا نہیں ہوگا میں نے اسے عملی زندگی کی ایک ٹھوس حقیقت کے روپ میں اور صدیوں پرانے طرز زندگی کی صورت میں رواں دواں دیکھا ہے ذرا تصور کیجئے بلوچستان کے ان ان گنت خانہ بدوش قبائل کا جو بدلتے موسموں کے ساتھ ساتھ ساری زندگی بلوچستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سرگرم سفر رہتے ہیں جہاں قدرتی چشموں کا پانی اور مویشیوں کے لیے سبزہ ملا، پڑاو ڈال دیا اور پھر جب بھی اس جگہ سے جی بھرا، خیمے اکھاڑے اور دوبارہ سرگرم سفر ہو گئے۔

آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں!

یا

جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی!

4 ایضاً، ص 412 5 ایضاً، ص 306

6 ایضاً، ص 403

7 ایضاً (بانگ درا) ص 259

شعر کو محض شعر کے طور پر پڑھنے، سمجھنے اور لطف اندوز ہونے والے اہل نظر کے

لیے یہ مصرع علاقائی نوعیت کا ہوگا، لیکن مجھے یہ مصرع ان جیالوں کا ترجمان دکھائی دیتا ہے جو بلوچستان کے بلند و بالا پہاڑوں کے خشک دامن میں زیر سطح جوئے شیریں کو تلاش کرتے ہیں اور پھر زندگی اور نمو کے اس سرچشمے کو پہاڑ کی بلندی سے میلوں دور کھیتوں اور باغات تک پہنچانے کے لیے کاریزیں تعمیر کرتے ہیں۔

برہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر
یہاں فقط سر شاہیں کے واسطے ہے کلاہ!

ممکن ہے آپ اسے محض بلند ہمتی اور عزم و استقلال کی تلقین کہیں میرے نزدیک یہ بلوچستان کی ایک قابل فخر دلیرانہ روایت کا بیان ہے وہاں کلاہ اور طرہ دستار واقعی عزم بلند کی علامت ہے اگر بلوچ شاعر کہتا ہے بولان کی چوٹیوں کو سر کرنا ہو تو سر کو ہتھیلی پر رکھ کر آگے بڑھو کہ سر بلندی کے لیے جان کی بازی لگانی پڑتی ہے، کلام اقبال میں خطہ بلوچستان کے فکر و احساس اور جیتی جاگتی زندگی کی یہ بھرپور ترجمانی و عکاسی قدم قدم پر ملتی ہے یہی سبب ہے کہ اہل بلوچستان بھرپور ترجمانی و عکاسی قدم قدم پر ملتی ہے یہی سبب ہے کہ اہل بلوچستان میں سے جس جس کو اقبال کی بارگاہ فکر تک رسائی حاصل ہے وہ انہیں اپنا شاعر تصور کرتا ہے اور بلاشبہ یہ بات ان کی عظمت اور آفاقیت پر دلالت کرتی ہے اور اس امر کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ اقبال پاکستان کے قومی شاعر اور ملت اسلامیہ کے ہر فرد، ہر قوم اور ہر خطے کے ترجمان ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ ان کی اس عظمت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے میں نے اور میرے بہت سے ہم قلم دوستوں نے کلام اقبال کو بلوچی، پشتو اور براہوی زبانوں میں منتقل کر کے بلوچستان کے ان لاکھوں لوگوں تک پہنچانے کی

کوشش کی ہے جو کلام اقبال کے فکری پہلوؤں سے براہ راست استفادہ نہیں کر سکتے۔

مناظر فطرت کے مطالعے میں بھی علامہ اقبال کے نقطہ نظر میں جہاں آفاقیت ہے وہاں ان کی شاعری میں خطہ بلوچستان کی زمینی فضا،

---

8 ایضاً (''بال جبریل'') ص 338

اس کی مٹی کی خوشبو، اس کے پہاڑوں، چشموں، ندی نالوں اور ریگستانوں کا جلال و جمال پوری تابانی اور پوری اپنائیت کے ساتھ نظر آتا ہے مجھے ان بزرگ دانش وروں سے اختلاف ہے جو علامہ اقبال کی بعض ایسی نظموں کے بارے میں بیرونی فلسفیانہ موشگافیوں اور درآمد شدہ نظریات کی روشنی کو معیار بنا کر یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی ابتدائی شاعری کا حصہ ہیں میری ناقص رائے میں وہ دراصل یہ بھول جاتے ہیں کہ عمر کے جس حصے میں علامہ اقبال نے فطرت کے اس قرب کی گرمی کو محسوس کیا ہے اور اس کے لیے بے ساختہ پن اور قدرتی لمس کا ادراک حاصل کیا ہے وہی نرم و گرم جذبوں کے بہار و شباب کی عمر ہوتی ہے اس میں بڑھاپے کی پختگی کی اعلیٰ علمی سطح اور صفت نسبتاً کم ہوتی ہے، لیکن یہ کون نہیں جانتا کہ جذبوں کا خروش اظہار کو زیادہ والہانہ پن عطا کرتا ہے؟ مجھے یقین ہے کہ ان بزرگ دانش وروں پر بھی کبھی جوانی آئی ہو گی اور جن نظریات اور فلسفوں کے زیر اثر وہ آج اپنے قلبی واردات کی بنیاد علمی حادثات کو بناتے ہیں جو شیکسپیئر کو انڈین کالی داس کہنے کے بجائے کالی داس کو انڈین شیکسپیئر کہتے ہیں

انہیں مجھ ہیچ مدان سے بہتر طور پر علم ہو گا کہ اقبال کی روح کا سرچشمہ کسی

معاون ندی نالے کے سہارے رخ بدلنے کے بجائے خود ہی اپنی زمین، اپنے دین اور اپنی ذات کے سمندر میں منتج ہوتا ہے۔

خاموش ہے چاندنی قمر کی
شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی
وادی کے نوا فروش خاموش
کہسار کے سبز پوش خاموش
فطرت بے ہوش ہو گئی ہے
آغوش میں شب کے سو گئی ہے

خاموش ہیں کوہ و دشت و دریا
قدرت ہے مراقبے میں گویا
اے دل! تو بھی خموش ہو جا
آغوش میں غم کو لے کے سو جا
وادی کہسار میں غرق شفق ہے سحاب
لعل بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب!

9 ایضاً (''بانگ درا'') ص128

10 ایضاً (''بال جبریل'')''ص392

''ارمغان حجاز'' میں ''بڈھے بلوچ کی نصیحت'' اقبال کی مشہور نظم ہے آپ سب نے بارہا پڑھی ہو گی آج کی محفل میں اس نظم کے چند اشعار ایک بلوچ کی

زبان سے سنیئے شاید اس طرح اس کی لذت اور معنویت مزید اجاگر ہو اور ایک ''بڈھے بلوچ'' کی زبان سے جو لافانی پیغام دیا گیا ہے اس کا نقش ہر دل پر تازہ ہو سکے۔

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا
اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی، نہ بخارا
جس سمت میں چاہے صفت سیل رواں چل
وادی یہ ہماری ہے، وہ صحرا بھی ہمارا
غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سر دارا
حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ ہنر کر
کہتے ہیں کہ شیشے کو بنا سکتے ہیں خارا
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا
محروم رہا دولت دریا سے وہ غواص
کرتا نہیں جو صحبت ساحل سے کنارا
دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا
دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
تقدیر امم کیا ہے؟ کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا
اخلاص عمل مانگ نیا گان کہن سے
شاہاں چہ عجب گر بنو ازند گدا را!

11 ایضاً (''ارمغان حجاز'')ص 257-258

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-2006